پاکستان میں جماعت پر ہونے والے مظالم کی تفصیل اوران مذموم کوششوں کا انجام

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ رمئی ۱۹۸۸ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

پاکستان میں جماعت احمدیہ پر مظالم کا جو دور چند سال پہلے شروع ہوا تھا اب یہ رفتہ رفتہ اپنے نقطہ انجام کو پہنچ رہا ہے اور ایک ایسی منزل کی طرف بڑھ رہا ہے جسے ہم فیصلہ کن منزل قرار دے سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک ایسے میدان میں اب یہ معاملہ قدم رکھنے والا ہے جہاں فیصلے خدا کی تقدیر کی طرف سے ہوا کرتے ہیں اور آسمان سے نازل ہوتے ہیں۔ اس نکتہ نگاہ سے ضروری ہے کہ جماعت احمدیہ کو بھی اور جماعت احمدیہ کے مخالفین کو بھی اس صورتحال سے پوری طرح وضاحت کے ساتھ آگاہ کر دیا جائے اور جس حد تک بات کو کھول کر بیان کر دینا ضروری ہے۔ اُس حد تک اس بات کو خوب کھول کر بیان کیا جائے۔ چونکہ یہ مضمون لمبا ہے اور ایک خطبے میں یہ سمیٹا نہیں جا سکے گا اس لیے میں کوشش کروں گا کہ دو یا تین خطبات میں اس مضمون کو مکمل کرلوں اور آئندہ صدی سے پہلے اس آخری سال میں اس مضمون کا بیان ہونا ویسے بھی بہت ضروری ہے کیونکہ یہ ساری باتیں آپس میں ایک دوسرے سے تعلق رکھنے والی باتیں ہیں۔

جب ۲۶ راپریل ۱۹۸۴ء کو وہ بدنام زمانہ آرڈیننس جاری کیا گیا جسے اُس وقت کے فوجی ڈکٹیٹر جنرل ضیاء الحق صاحب نے اپنے فرمان سے جاری کیا۔ اُس آرڈیننس کی تفاصیل سے ساری

جماعت واقف ہے اور جماعت ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کم و بیش واقف ہو چکی ہے کیونکہ اُس کے متعلق جماعت احمدیہ نے یعنی عالمگیر جماعت احمدیہ نے ہر قسم کی کوششیں کر کے ہر قسم کے ذرائع کو کام میں لا کر ساری دنیا کو اُس کی تفاصیل سے آگاہ کرنے کی کوشش کی اُس کے بعد جو نتائج اُس کے پیدا ہوئے اُن سے آگاہ کیا اور مسلسل یہ سلسلہ ہر طرف جاری ہے اور دنیا کے چوٹی کے اخبارات نے بھی، انسانی حقوق سے تعلق رکھنے والے اداروں نے بھی اور ایسے وکلاء نے بھی جو عالمی سطح پر شہرت رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو انسانی حقوق کی حفاظت کے لیے وقف کیے ہوئے ہیں اپنے طور پر، اُن سب نے اور اس کے علاوہ اور بھی مشرق و مغرب سے مختلف اخبارات اور بعض دانشوروں نے ، نظم و نثر میں بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اس بارے میں اور جہاں تک باشعور دنیا کا تعلق ہے، ہم کسی حد تک یہ اطمینان سے کہہ سکتے ہیں کہ باشعور دنیا کو جماعت احمدیہ کے مسائل سے متعلق اس سے پہلے یعنی گزشتہ چند سالوں سے پہلے کبھی اس دور میں حاصل ہونے والی واقفیت کے مقابل پر ہزارواں حصّہ بھی واقفیت نہیں تھی ۔ یعنی جب سے جنرل ضیاء الحق صاحب نے یہ فرمان جاری کیا ہے اُس سے پہلے کی باشعور دنیا کو احمدیت کے متعلق کیا علم تھا اُس کا آپ جائزہ لیں اور کس حد تک وہ جماعت احمدیہ کے مسائل سے واقف تھی اور جماعت احمدیہ کے مقابل پر اُس کے مخالف اندرون اسلام طاقتوں نے کیا کیا حرکتیں کیں۔ ان باتوں سے واقف تھی۔ آپ حیران ہوں گے یہ دیکھ کر کہ دنیا کا عشر عشیر بھی، ہزارواں حصّہ بھی بلکہ شاید لاکھواں حصّہ بھی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، ہمارے مسائل سے واقف نہیں تھا۔

پس اس دور میں خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو جو ساری دنیا میں عظیم الشان خدمت کی توفیق بخشی ہے اور اپنے مظلوم بھائیوں کی آواز کو، اُن کے مسائل کو، جماعت احمدیہ کے مسائل کو دُنیا کے تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اُس کے نتیجے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کا ایک بڑا باشعور طبقہ جس کا دنیا کے معاملات کو چلانے سے تعلق ہے یعنی خواہ وہ حکومت کے افراد ہوں، خواہ حکومت سے باہر سیاسی دنیا سے تعلق رکھنے والے لوگ ہوں یا اخباروں میں لکھنے والے مقالہ نویس یا دانشور اور قسم کے ہوں، اُن میں سے ایک بھاری نمائندگی کو جماعت احمدیہ کے مسائل سے پوری طرح واقفیت ہو چکی ہے۔ اس لیے اُس آرڈینینس پر تفصیلی بحث کی اس وقت ضرورت نہیں ہے اور وہ تفصیلی بحث

میں اس سے پہلے میں چھیڑ بھی چکا ہوں۔اب میں مختصراً اُس آرڈیننس کے نتیجے میں جو مظالم جماعت پر ہوئے اور جو جو واقعات اُن مظالم سے تعلق رکھنے والے رونما ہوئے اُن سے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔آج کے خطبے میں کسی حد تک میں اسی مضمون کے اس حصّے کو ادا کرسکوں گا۔

سب سے پہلے تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ صدر ضیاء الحق صاحب نے جب یہ آرڈیننس جاری فرمایا تو انہوں نے بعض وضاحتیں خود پیش کیں اور دنیا کو یہ بتایا کہ کیوں آخر وہ ایسا بظاہر جاہلانہ انتہائی احمقانہ آرڈیننس پیش کر رہے ہیں اس کے پیچھے کوئی حکمت ہونی چاہئے۔تو اُن کے الفاظ میں اس آرڈیننس کا پس منظر کیا تھا۔اُن کے ذہن میں وہ کون سے محرکات تھے جو اس آرڈیننس کو جنم دینے پر منتج ہوئے ،اُن کے متعلق وضاحت کی۔سب سے پہلے چند دن بعد ہی یعنی ۵ رمئی ۱۹۸۴ء کو آپ نے یہ بیان جاری فرمایا کہ میں مسلمان ہوں اس حیثیت سے ہر وہ فیصلہ کروں گا جس کا اسلام نے حکم دیا ہے۔قادیانیوں کے متعلق فیصلہ نفاذ اسلام کے کا ایک حصّہ ہے، میں ایک خادم اسلام کی حیثیت سے اسلام کو ہر شعبے میں نافذ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔یہ پہلا پیغام تھا قوم کے نام آرڈیننس کے نفاذ کے بعد جس میں انہوں نے وضاحت فرمائی اور عملاً واقعہ یہ ہے کہ جب آپ اس بیان کی روح معلوم کرنے کی کوشش کریں یعنی اس بیان کا مقصد دراصل کیا تھا۔تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ چونکہ انہوں نے اپنی دانست میں ایک ایسا آرڈیننس جاری کیا تھا جس کے نتیجے میں وہ قوم میں بے حد ہر دلعزیز ہو چکے تھے اور جس کے نتیجے میں اُن کی اسلامی شخصیت بڑی نمایاں طور پر قوم کے سامنے اُبھری تھی۔اس لیے اُس شہرت کی دھوپ میں نہانے کے طور پر انہوں نے یہ پیغام دیا۔جس طرح انگریزی میں کہا جاتا ہے کہ شہرت کی دھوپ میں بعض لوگ نہاتے ہیں اور لطف اُٹھاتے ہیں کپڑے اُتار کر باہر بیٹھ جاتے ہیں کہ اس دھوپ سے اپنے بدن کو سینکیں اور زیادہ لطف محسوس کریں۔تو اُن کی جو سیاسی کیفیت معلوم ہوتی ہے اس بیان سے وہ یہی ہے کہ ایک آرڈیننس جاری کیا اُس کے بعد لطف اُٹھانے کے لیے اور قوم کو مزید یاد دلانے کے لیے کہ میں وہ مسلمان ہوں ،وہ مرد مجاہد ہوں جس نے اتنی عظیم الشان اسلام کی خدمت کی ہے اور پھر مزید وعدہ کیا کہ آپ فکر نہ کریں میں اب اس خدمت پہ مستعد ہو چکا ہوں۔اب خدمتوں کا ایک سلسلہ جاری ہونے والا ہے اور آپ لوگ دیکھیں گے کہ کس طرح اسلام دن بدن میری صدارت میں یا میری ڈکٹیٹر شپ کے اندر ہر پہلو سے ہر شعبہ زندگی میں

ترقی کرتا ہے۔ چنانچہ اس بیان کے بعد ایک اور بیان جاری کیا جس میں انہوں نے فرمایا یعنی دو سال کے بعد ،فوراً بعد نہیں ۔ پاکستان کو اسلامی فلاحی مملکت کا نمونہ بنایا جائے گا۔یعنی آرڈیننس کے جاری ہونے کے دو سال بعد تک یہ ارادے اتنے بلند تھے اور وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ ایسی منزل کی طرف بڑھ رہے ہیں اور کامیابی کے ساتھ بڑھ رہے ہیں جہاں دعاوی کو مزید زیادہ بلند و بانگ بنایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ پہلے تو محض عمومی طور پر اسلام کے نفاذ کا وعدہ تھا اب فرمایا کہ پاکستان کو اسلامی فلاحی مملکت کا نمونہ بنایا جائے گا۔اس کے لیے مزید اقدامات کیے جائیں گے اور انہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں پاکستان کو اسلامی فلاحی مملکت کا نمونہ بنانے کی توفیق اور حوصلہ عطا کرے۔ یہ پہلا بیان جو تھا وہ ایوننگ سپیشل ۵ رمئی ۱۹۸۴ء سے لیا گیا ہے اور دوسرا بیان امن کراچی ۲ رجون ۱۹۸۶ء میں شائع ہونے والی ایک خبر سے اخذ کیا گیا ہے۔

پھر اپنے فیصلے کو ساری دنیا پر واضح کرنے کے لیے کہ جماعت احمدیہ کے خلاف اتنے سنگین اقدامات کیوں اختیار کیے جارہے ہیں۔لندن میں ہونے والی عالمی ختم نبوت کانفرنس کے نام صدر ضیاء نے ایک پیغام بھجوایا اور یہ ہدایت کی کہ پاکستان کی ایمبیسی کی طرف سے باقاعدہ رسمی طور پر، پاکستان سفارت خانے کا نمائندہ جا کر یہ اعلان پڑھے۔ چنانچہ جہاں تک میرا علم ہے اس وقت پاکستان کے اُس وقت کے سفیر بھی وہاں موجود تھے مہمان خصوصی کے طور پہ اور اُن کی موجودگی میں پاکستان ایمبیسی کے کسی نمائندے نے یہ اعلان پڑھا۔اعلان یہ تھا کہ **پاکستان کی حکومت اس بات کو یقینی بنانے کی کوشش کر رہی ہے کہ قادیانیت کے کینسر کا قلع قمع کیا جاسکے**۔اور باتوں کے علاوہ یہ تحدی اور یہ ارادے ہیں احمدیت کو نیست و نابود کرنے کے جن پر وہ قائم رہے اور لفظ کینسر کے ذریعے انہوں نے دنیا کو یہ پیغام دیا کہ یہ ایک ایسی بیماری ہے جس کا علاج کوئی نہیں ہے۔پس جب کوئی کینسر کا مریض ہو جائے اور اُس کو خدا پر اعتماد نہ ہو تو وہ یہی سمجھتا ہے کہ یا وہ مارا جائے گا یا ڈاکٹر اُس کو کاٹ کر الگ پھینک دیں تو صدر ضیاء الحق صاحب کے پاس بھی تو دعا کا تو کوئی علاج نہیں تھا، وہ تو چارہ ایسا تھا نہیں جو وہ کر سکتے ۔ چنانچہ اُن کی ایک ہی راہ تھی کہ وہ اس کینسر کو کاٹ پھینکنے کے عزم کا اعلان کرتے۔ چنانچہ وہ اعلان ساری دنیا کے سامنے کیا گیا۔

اس کے بعد کچھ مظالم کے سلسلے جاری ہوئے کیونکہ یہ فرضی اعلانات نہیں تھے۔صدر مملکت

جب اپنے آپ کو Commit کر رہا ہے ساری دنیا کے سامنے اور مغربی دنیا کے سامنے بھی جو انسانی آزادی کے متعلق بہت ہی بلند تصورات رکھتی ہے خواہ اپنا عمل ایسا ہو یا نہ ہو۔ اور اس قسم کے اعلان جرأت کے ساتھ ایسی دنیا میں عام ہوش مند انسان نہیں کر سکتا۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی ایسا قطعی فیصلہ تھا جس کے سارے پہلوؤں پر غور کر لیا گیا تھا اور اُس کے بعد ان تمام خطرات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ دنیا میں کیسی بدنامی ہوگی ہماری کیا کہیں گے کہ کس قسم کے مسلمان ملک ہیں، کس قسم کے سربراہ ہیں ان سب باتوں کا توازن کرنے کے بعد پورے ناپ تول کے بعد یہ اعلان کیا گیا ہے کیونکہ صدران مملکت کے اس قسم کے اعلان جو رسمی طور پر، باقاعدہ ایمبیسی کی طرف سے پیش کیے جائیں وہ یونہی اتفاقی جذبات کے نتیجے میں نکلی ہوئی باتیں نہیں ہوا کرتیں۔ تو اس لیے میں اسکی وضاحت کر رہا ہوں کہ یہ بڑی اہمیت رکھنے والا اعلان تھا اور پاکستان میں جو کچھ سلسلے رونما ہوئے ان اعلانات کے بعد اور جو اقدامات کیے گئے حکومت کی طرف سے وہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں۔ کیا کچھ ہونا تھا اس کے بعد اس سلسلے میں جمعہ خان کے قلم سے جو دلچسپ اداریئے شائع ہوتے رہے ہیں یا مقالات شائع ہوتے رہے ہیں۔ اُن کی ایک عبارت میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں کیونکہ جو کچھ اس میں بیان کیا گیا ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ احمدیت کے اوپر ہونے والے واقعات کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے بلکہ احمدیت ہی نہیں ساری قوم کے ساتھ جو کچھ ہو جانا تھا اُس کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں ''بہت سی قومیں مکمل آزادی حاصل کرنے کے لیے اُن فرعونوں سے لڑ رہی ہیں جو زمیں پر خدا بنے بیٹھے ہیں۔ اُن میں سے کسی نے جُبے اور دستار کو اپنی علامت بنا کر خود کو واعظ مشہور کر رکھا ہے۔ کوئی فوجی وردی میں ہے اور اسلحہ کی طاقت پر اتراتا ہے، کسی نے شرافت کو اپنا لباس بنایا ہے، جمہوریت کا نعرہ لگایا ہے اور وہ خود کو نجات دہندہ بتاتا ہے۔ ان شیطانوں نے خود کو مادر پدر آزاد کر رکھا ہے اور دوسروں سے کہتے ہیں کہ اطاعت کرو''۔ یعنی خود کو مادر پدر آزاد کر رکھا ہے۔ آپ کسی ضابطے کسی اصول کے پابند نہیں ہیں اور دوسروں کو کہتے ہیں کہ ہماری اطاعت کرو۔'' وہ اپنی اطاعت چاہتے ہیں اور اُن کا بس نہیں چلتا ورنہ وہ لوگوں کو یہ حُکم ہی دے دیتے کہ اُنہیں سجدہ کیا جائے۔ ویسے عملاً انہوں نے لوگوں کو سجدہ کرنے پر مجبور کیا ہوا ہے''۔ یہ حصّہ احمدیت سے تعلق رکھنے والا حصّہ نہیں ہے کامل یقین اور پورے اعتماد سے میں کہہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کسی احمدی نے کسی فرضی

خدا کو کبھی سجدہ نہیں کیا، نہ آئندہ کبھی کوئی احمدی کسی فرضی خدا کو سجدہ کرے گا۔ پھر وہ لکھتے ہیں کہ ”جو کوئی اُن کے آمرانہ احکام کو نہیں مانتا اُس کے لیے پھانسی گھاٹ ہے، کوڑے ہیں اور قید خانے ہیں“۔

یہ وہ پس منظر تھا یعنی حکومت کی بلا ارادہ کوششوں کا پس منظر جس کے بعد رونما ہونے والے واقعات ہمیں بتاتے ہیں کہ جو کچھ احمدیت کے متعلق بد ارادوں کا اظہار کیا گیا تھا اُن کو پورا کرنے میں کمی نہیں کی گئی بلکہ جو کچھ اظہار کیا گیا اُس سے بڑھ کر کرنے کی کوشش کی گئی۔

احمدیوں کو اُن کے تمام بنیادی انسانی حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ خدا کا نام لینا جرم ہو گیا، کسی کو سلامتی کی دعا تک دینا جرم ہو گیا، اذان کی آواز بلند کرنا جرم ہو گیا۔ یہ اعلان جرم ہو گیا کہ خدا ایک ہے اور اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، یہ اقرار جرم ہو گیا کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں، قرآن کی تلاوت جرم بن گئی، کلمہ شہادہ کا بیج سینے پر لگانا جرم ہو گیا۔ یہ جرم ہو گیا کہ مساجد کی پیشانی پر توحید باری تعالیٰ کا اعلان سجایا جائے۔ یہ قرار پایا کہ سب جرائم ایسے سنگین ہیں کہ ان سے کسی طرح بھی چشم پوشی نہیں کی جا سکتی۔ یہ اعلان کیا گیا کہ یہ سب جرائم مسلمانوں کے نازک مذہبی جذبات کو کچلنے والے اور زخمی کرنے والے ایسے جرائم ہیں جو سنگین دل آزاری کی ذیل میں آتے ہیں۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایسے امور اگر کسی بھی رسالے میں شائع ہوں تو اُس رسالے کو ضبط کر لیا جائے۔ اُس رسالے کے مینیجر اور ایڈیٹر کے خلاف سخت قانونی اقدامات کیے جائیں اور اگر کسی کتاب میں ان باتوں کا ذکر کسی احمدی کی طرف سے شائع ہو تو اُس کے خلاف بھی اسی قسم کے سنگین اقدامت کیے جائیں۔ یہ تقدیر جاری کی گئی کہ اگر احمدی سیّدنا و مولانا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت کے گُن گائیں تو اُن کے خلاف تعزیرات پاکستان کے تحت ہتک رسولؐ کے مقدمات درج کیے جائیں جن کی سزا موت بھی ہو سکتی ہے۔

یہ تمام اقدامات کیے گئے اور اسلامی انصاف کا ایک ایسا بگڑا ہوا تصور دنیا کے سامنے پیش کیا گیا جو اسلام کے حسین چہرے کو انتہائی ظالمانہ طور پر بدزیب اور مکروہ اور ماؤف کر کے دکھاتا ہے۔

یہ اقدامات صرف ظاہری طور پر اُن جرائم کی سزا دینے پر منتج نہیں ہوئے جن کا میں نے ذکر کیا ہے بلکہ اس کے اور بھی بہت سے اثرات پیدا ہوئے جس کی وجہ سے تمام پاکستان احمدیوں کے لیے ایک انتہائی دردناک جیل خانے کی صورت اختیار کر گیا۔ یہ روحانی اور مذہبی طور پر اور انسانی طور

پر احمدیوں کی آزادی چھیننے والے اقدامات تھے۔لیکن اس ظلم کے سائے میں بہت سے اور مظالم پیدا ہوئے اور ساری فضا کو احمدیوں کے لیے دکھ سے بھر دیا گیا۔ چنانچہ احمدیوں کے عام دنیاوی حقوق بھی کلیۃً اُن سے چھین لیے گئے ۔ چند مثالیں میں آپ کے سامنے رکھوں گا جو اعداد وشمار کی صورت میں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ واقعۃً ان اقدامات کے نتیجے میں احمدیوں کو کن مصیبتوں اور دکھوں میں سے گزرنا پڑا اور گزرنا پڑ رہا ہے لیکن اُن کے بیان سے پہلے اُس عمومی فضا کا ذکر کرنا ضروری ہے جسے اعداد وشمار میں پیش نہیں کیا جاسکتا اور اس کے لیے کوئی ایسے معین ثبوت نہیں ہیں جن کو دنیا کے سامنے رکھا جا سکے لیکن پاکستان کا بچہ بچہ ان باتوں سے واقف ہے۔مثلاً اُن گلیوں سے گزرتے ہوئے جب احمدیوں کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور سخت دل آزار باتیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف کی جاتی ہیں تو اس کا کونسا ریکارڈ ہے جو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے؟ کیسے دنیا کو یہ دکھایا جا سکتا ہے کہ قید ہونے کے مقابل پر اُن احمدیوں کے لیے یہ تکلیف بہت زیادہ دردناک ہے اور بہت زیادہ آزمائش میں ڈالنے والی اور ابتلاء میں ڈالنے والی تکلیف ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق گلیوں کے لونڈے اور اوباش لوگ سخت گندی اور غلیظ زبان استعمال کریں مگر بہر حال اس قسم کی تکلیفیں تو مسلسل جاری ہیں۔بعض جگہوں پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر کو سانپ کی شکل میں بنا کر احمدیوں کی دکانوں کے سامنے آویزاں کیا گیا اور باقاعدہ وہاں پہرے لگائے گئے کہ اگر کوئی احمدی اس کو ہٹانے کی کوشش کرے تو اُس کے ہاتھ توڑ دیئے جائیں اور اگر کوئی احتجاج کرے تو اُس کو گھسیٹ کے تھانے میں پہنچا دیا جائے کہ انہوں نے ہماری لگائی ہوئی تصویر کو ہٹا کر ہمارے جذبات کو مجروح کیا ہے اور واقعۃً ایسا ہوا۔اس قدر دردناک فضا پیدا کر دی گئی احمدیوں کے لیے کہ سارے پاکستان میں ہر گھر میں بچے بچے نے درد سے کلبلانا شروع کر دیا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کے مجھے ایسے خط موصول ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں ہیں مسلسل جو یہ برداشت نہیں کر سکتے ۔ کہتے ہیں کہ کب یہ ظلم کی راتیں ختم ہوں گی ، کب تک ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف اور سلسلے کے بزرگوں کے خلاف ایسی ناپاک اور گندی زبان سنتے رہیں گے۔

یہ ساری باتیں دل آزاری کی تعریف میں نہیں آتیں یعنی پاکستان کی دل آزاری کی تعریف

میں لیکن حضرت محمد مصطفیٰ علیہ کی نعت پڑھنا دل آزاری کی تعریف میں آجاتا ہے، خدا کی حمد بیان کرنا دل آزاری کی تعریف میں آجاتا ہے، کسی کو السلام علیکم کہنا دل آزاری کی تعریف میں آجاتا ہے۔ مساجد سے جو اذانیں بند کی گئیں وہ دل آزاری نہیں لیکن مساجد کو مغلظات بکنے کے لیے استعمال کرنے کی جو آزادی دی گئی ہے وہ انسانی بنیادی آزادی کے حقوق کے اندر داخل ہے اور اُس سے کسی کی دل آزاری نہیں ہوتی۔ ہر چیز اُلٹ گئی ہے، ہر مضمون کا رنگ بدل گیا ہے اور کوئی بھی ایسا دستور نہیں رہا جسے عقل و دانش کا دستور، عام انسانی قدروں کا دستور کہا جاسکتا ہے لیکن اس پر بس نہیں کی گئی مسلسل حکومت کی طرف سے، حکومت کے کارندوں کو یاددہانی کروائی جاتی رہی کہ ابھی تم احمدیوں پر ظلم کم کررہے ہو ہم تمہیں یاد دلاتے ہیں کہ بہت سے ظلم باقی ہیں اور بعض اوقات بعض علماء کو باقاعدہ اسلام آباد بلوا کر یا راولپنڈی بلوا کر یہ ہدایت کی جاتی رہی کہ تم اخباروں میں یہ باتیں اُٹھاؤ کہ یہ ظلم ابھی نہیں ہورہے یہ باتیں ابھی تک جاری نہیں ہوئیں احمدیوں کے خلاف اور اس کے جواب میں پھر ہم بیانات شائع کریں گے اور ساری قوم کی توجہ تمہاری اور ہماری طرف ہوگی کہ ہم ہی اصل میں اسلام کے سچے خدمت کرنے والے ہیں۔ وہ ساری اطلاعیں علماء کی طرف سے بھی ہمیں پہنچتی رہیں لیکن یہ ان کے اپنے نفسانی کھیل تھے اور ان کو بیان کرتے یا نہ کرتے اس سے کوئی فرق نہیں پڑنا تھا مگر بہر حال یہ کھیل بنائے ہوئے ڈراموں کی شکل میں جاری رہے اور یہ ڈرامے ہمیشہ اپنے پیچھے خونی اثرات احمدیوں پر چھوڑ گئے اور ہر ایسے ڈرامے کے بعد احمدیوں کی تکلیف میں ہمیشہ اضافہ ہوتا رہا۔ یہ تو سارا سال کے ہر روز چھپنے والے اخبارات میں چھپنے والی باتیں ہیں۔ اب چار سال سے زائد کا عرصہ گزر گیا ہے یہ اتنے دنوں کے قصّے اب میں کیسے ایک چھوٹے سے خطبے میں بیان کرسکتا ہوں لیکن کسی دن کا کوئی اخبار آپ پاکستان کا اُٹھا کر دیکھ لیں وہاں آپ کو یہ باتیں مل جائیں گی۔ چند نمونے میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

صدر مملکت نے مسلح افواج سے قادیانی غیر مسلم منکرین جہاد افسران کو نکالنے کا کیس Secertary Establishment Division کو ضروری کاروائی کے لیے بھیج دیا ہے۔ آپ اندازہ کیجئے کہ یہ وہی فوج جس میں ابھی بھی لیفٹیننٹ جنرل بھی ہیں بعض احمدی کیونکہ وہ سرجن ہیں چوٹی کے اُن کے بغیر ان کا گزارہ نہیں چلتا، اُن کو رکھنا ان کے اپنے مفاد میں از بس

ضروری ہے اور باوجود اس کے کہ پاکستان کی تاریخ میں بلند ترین مقام رکھنے والے پاکستانی ہیرو جو فوج سے تعلق رکھنے والے تھے وہ احمدی ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔ اُس کے باوجود ایک فوجی جنزل یہ بیان جاری کر رہا ہے۔ کوئی حیا باقی نہیں کوئی شرافت، صداقت، انسانیت کی کوئی بھی قدر باقی نہیں رہی۔ صدر مملکت نے مسلح افواج سے یہ اعلان کے الفاظ سنیے۔ ”۳۲۸ منکرین جہاد کو نکالنے کا کیس Secretary Establishment Division کو ضروری کاروائی کے لیے بھیج دیا ہے“۔ (جنگ لاہور ۲۶/اپریل ۱۹۸۸ء)

ملک خدا بخش ٹوانہ صاحب وزیر اوقاف و مذہبی امور پنجاب کا بیان سنئے فرماتے ہیں، ان کا یہ متعلق یہ اعلان روزنامہ جنگ میں شائع ہوا ہے کہ وزیر اوقاف پنجاب نے صوبے کے تمام کمشنروں کو ہدایت کی ہے کہ وہ قادیانی آرڈیننس کے نفاذ کو مؤثر بنائیں یہ ہدایت ایک اعلیٰ سطحی اجلاس کے بعد جاری کی گئی جو کہ مولانا منظور چنیوٹی کی طرف سے ایک تحریک استحقاق کے نتیجے میں بلایا گیا تھا۔ صوبائی وزیر نے ان اقدامات پر اطمینان کا اظہار کیا اور ہدایت کی کہ خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف باقی ماندہ معاملات تیزی سے نمٹائے جائیں۔ انہوں نے عوام سے اپیل کی کہ وہ قادیانیوں کی طرف سے قانون کی خلاف ورزی کے معاملات حکومت کے علم میں لائیں۔ (روزنامہ جنگ لندن ۲۴/مارچ ۱۹۸۸ء)

”قادیانیوں کی عبادت گاہوں پر کلمہ طیبہ لکھنے والوں کے خلاف کاروائی کی جا رہی ہے۔ ایسے واقعات کی روک تھام کے لیے صوبائی سطح پر جلد اجلاس منعقد ہوگا“۔ وزیر اوقاف پنجاب ٹوانہ۔ (ملّت لندن ۲۰/جنوری ۱۹۸۸ء)

”آپ مسلمان ہیں یا قادیانی Gazetted افسروں سے دوبارہ حلف نامے طلب کر لیے گئے“ سروسز اینڈ جنزل ایڈمنسٹریشن ڈیپارٹمنٹ نے ایک حکم کے ذریعے تمام سرکاری محکموں کے سربراہوں کو ہدایت جاری کی ہے کہ اپنے اپنے محکمہ کے ہر افسر سے اڑتالیس گھنٹے کے اندر اندر ڈکلیریشن کے سرکاری فارموں پر حلف نامے لے کر حکومت کو روانہ کیے جائیں۔ جس میں بتایا جائے کہ وہ قادیانی ہیں یا مسلمان۔ (امروز ۸/مارچ ۱۹۸۸ء، جنگ لاہور ۸/مارچ ۱۹۸۸ء)

صوبائی حکومت نے تمام ڈسٹرکٹ مجسٹریٹوں کی وساطت سے پولیس حکام کو ہدایت کی ہے

کہ جہاں کہیں بھی قادیانی کلمہ طیبہ لکھیں یا اُس کا استعمال کریں ۔اُن کے خلاف قادیانی آرڈیننس کے تحت فوری طور پر مقدمہ درج کیا جائے (جنگ لاہور ۲۲ رفروری ۱۹۸۸ء) ۔قادیانیوں کی جانب سے مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے کے اقدامات روکیں وفاقی وزارت مذہبی امور کی ضلعی انتظامیہ کو ہدایت ۔وفاقی حکومت کو مسلسل ایسی شکایات موصول ہو رہی تھیں کہ قادیانی اپنے مردوں کو (یہ وفاقی حکومت کی زبان ہے پاکستان کے باشندوں کے متعلق) کہ قادیانی اپنے مردوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرتے ہیں ۔چنانچہ یہ اقدام اُٹھانے کا فیصلہ کیا گیا ہے کہ جہاں کہیں بھی کوئی احمدی دفن ہوا ہے اُس کی لاش اُکھیڑ کر باہر پھینک دی جائے ۔قادیانیوں کی لائبریری سے کلمہ طیبہ اور بیت الحمد کے الفاظ مٹا دیئے جائیں ۔(یعنی بیت الحمد کا لفظ بھی اب وہاں نہ لکھا جائے ۔) ڈپٹی کمشنر راولپنڈی کا بیان جاری ہوا ہے اور ختم نبوت یوتھ فورس کے وفد نے جب ڈپٹی کمشنر راولپنڈی سے ملاقات کی تو اس یوتھ فورس کو ڈپٹی کمشنر نے اس بات سے مطلع کیا کہ یہ ہم کرنے والے ہیں (نوائے وقت راولپنڈی ۲۱ رفروری ۱۹۸۸ء)

سیّد غوث علی شاہ صاحب وزیراعلیٰ سندھ کہتے ہیں ماضی کی حکومتیں علماء سے دور بھاگتی تھیں ۔تبھی بچی ہوئی تھیں بیچاری حکومتیں ۔اب یہ حکومتیں علماء کے قریب آ گئی ہیں اُن کا انجام میں آپ کو بتاؤں گا کیا ہوا ہے ۔تو ٹھیک بھاگتی تھیں ،اُن سے بیچاروں سے کیا شکوہ ہے ۔کہتے ہیں اس بیان کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم نے یہ پالیسی اختیار کی ہے کہ علماء کو اپنے ساتھ لے کے چلے ہیں اُن کا اعزاز کریں اور پھر اُن کو اس مضمون کا ایک شعر یاد آ گیا ۔وہ کہتے ہیں ،شعر ہے:

ے کہاں میں کہاں یہ مقام اللہ اللہ
ہوئے ہم سے وہ ہمکلام اللہ اللہ

یہ ملاّ ہم سے وزیراعلوں سے ہم کلام ہونے لگے ہیں یہ مقام پہلے کہاں نصیب تھا کیونکہ زیادہ دیر بیچارے پھر وزیراعلیٰ رہے نہیں ۔

وزیراعظم جونیجو صاحب نے کہا کہ جب یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو میں بیچ میں سے کیوں باہر رہوں ۔وہی وہ لچ تلنے والا قصّہ یاد آ جاتا ہے ۔کوئی زمیندار جا رہا تھا اپنے آٹے کی پرات اُٹھا کر تندور سے روٹیاں لگوانے کے لیے تو رستے میں دیکھا کہ کوئی لچیاں تلنے والی بیٹھی ہوئی تھی ۔دلّی وغیرہ

میں رواج ہے بڑی نازک سی باریک باریک چھلکوں کی طرح کی لچیاں تلتے ہیں۔تو اُس نے تعجب سے دیکھا یہ کیا کر رہی ہے۔تو اُس نے کہا بی بی یہ کیا کر رہی ہوتم۔اُس نے کہا میں تو لچیاں تل رہی ہوں۔تو اپنی پرات انڈیلتے ہوئے اُس نے کہا کہ پھر میرا بھی لچ تل دو۔تو وہی حال ان کا لگتا ہے ہر آدمی وہاں کا اس بات میں فخر محسوس کرنے لگ گیا ہے کہ جب یہ سب کچھ ہو رہا ہے میں باہر نہ رہ جاؤں کہیں قوم مجھے کم مسلمان نہ سمجھے۔ویسے جونیجو صاحب بڑے شریف النفس آدمی ہیں، سادہ آدمی ہیں مگر وہ لچ تلنے سے کون باز آ سکتا ہے۔چنانچہ انہوں نے بیان دیا اپنے وزیر اعظم بنتے ہی فوراً بعد ۲۸ رنومبر ۱۹۸۵ء کے روزنامہ جنگ میں اعلان شائع ہوا ہے۔اس لعنت یعنی قادیانیت کو پوری قوت سے کچلنے کے لیے تمام اسلامی دنیا بھی ایسے اقدامات کرے گی۔یعنی انہوں نے کہا کہ پہلے تو شاید دوسرے حکومت سے تعلق رکھنے والے تو اپنے ملک میں کوششیں کر رہے تھے۔میرا ارادہ یہ ہے کہ اس موومنٹ کو عالمی بنادوں گا۔

مسلمانوں کے قبرستان کے قادیانی مردے کو نکلوا کر مسلمانوں کو مطمئن کیا جائے۔اس قسم کے مطالبات ہر روز کے گند، ان سب عذابوں سے جماعت احمدیہ کو یعنی انسان کی طرف سے عائد ہونے والے عذاب، اس قسم کے انسانی عذابوں سے جماعت احمدیہ کو ہر روز ہزار ابتلاؤں سے گزرنا پڑتا ہے۔

جو کارروائیاں کی گئیں، وہ سب کارروائیاں جیسا کہ میں نے بیان کیا اکٹھی بیان ہو ہی نہیں سکتیں چند میں نے مثالیں دی ہیں۔جو اب گلیوں میں ہر روز ظلم ہو رہا ہے احمدیوں پر اُس کی کون سی روئداد ہم ایک جگہ جمع کر سکتے ہیں اور کیسے بیان کر سکتے ہیں۔طلباء کے ساتھ جو ظلم ہو رہے ہیں اُن کو داخلے نہیں ملتے، جب داخلے ملتے ہیں تو کلاسوں میں ذلیل کیا جاتا ہے۔اسلامیات مضمون رکھنے سے منع کیا جاتا ہے اور کئی قسم کی رعایتوں سے محروم کر دیا جاتا ہے، حقوق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ملازمتوں میں جس طرح کی بدسلوکی احمدیوں سے ہو رہی ہے۔اُن کی ترقیات کا جب وقت آتا ہے تو یہ کہہ کر ترقیات روکی جاتی ہیں کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے اوپر بدکلامی کرو تو ہم تمہیں ترقی دے دیتے ہیں۔احمدی کہتے ہیں کہ ہم تو ایسی ترقی پر تھوکتے بھی نہیں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی استقامت کے ساتھ بڑی بہادری اور جرأت اور صبر کے ساتھ ان مظالم کو

برداشت کر رہے ہیں۔کوئی زندگی کا ایسا شعبہ نہیں جہاں روزانہ جماعت احمدیہ کو مظالم کا نشانہ نہیں بنایا جاتا اور بہت سے ایسے شعبے ہیں بھاری شعبے ایسے ہیں جن کا کوئی با قاعدہ اعداد وشمار میں ریکارڈ دنیا کے سامنے پیش کیا ہی نہیں جاسکتا۔

ابھی کچھ عرصہ پہلے جرمنی کے دورے کے دوران ایک عدالت کے چیف جسٹس تھے، وہ مجھ سے ملنے کے لیے آئے، اُن کو پہلی دفعہ اس بات کی سمجھ آئی کہ جماعت احمدیہ کو واقعةً ووٹ دینے کے بنیادی حق سے محروم کر دیا گیا ہے۔وہ کہتے یہ بات میں نے سنی یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں مان ہی نہیں سکتا۔حکومت پاکستان کہتی ہے ہمیں کہ دکھاؤ وہ قانون ہم نے کب ان کو ووٹ کے حق سے محروم کیا ہے؟ میں نے کہا میں آپ کو سمجھا دیتا ہوں۔میں نے کہا ہر ووٹر کے لیے ایک فارم ہوتا ہے جسے وہ بھرتا ہے اور اُس فارم پر یہ لکھا ہوا ہے کہ اگر تم مسلمان ہو اور مسلمان لکھنا چاہتے ہو تو تمہیں مرزا غلام احمد کے اوپر لعنت ڈالنی پڑے گی اور اگر تم اپنے آپ کو غیر مسلم کے خانے میں شمار کرتے ہو خود اپنے ہاتھ سے لکھتے ہو تو پھر تمہیں کلمہ پڑھنے کی اجازت نہیں دی جائے گی،اب فارم بھر دو۔میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ بتائیں کسی انسان میں جس کا ادنیٰ سا بھی ضمیر ہو معمولی سا بھی ضمیر ہو، شرافت کا کوئی حصّہ اُس کی فطرت کو ودیعت ہوا ہو وہ اس قسم کی بے اصولی حرکت کر سکتا ہے۔انہوں نے کہا نہیں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔مجھے پوری طرح سمجھ آگئی ہے کہ بڑا بھاری دھوکا ہے جو دنیا کے ساتھ کیا جا رہا ہے اور یقینی طور پر پاکستان کے ہر احمدی کو اُس کے دنیاوی بنیادی حقوق سے بھی محروم کر دیا گیا ہے، مذہبی حقوق سے نہیں بلکہ دنیاوی بنیادی حقوق سے بھی۔اب باہر کی دنیا میں اس بات کی بہت بڑی قدر ہے، بہت بڑی اہمیت ہے۔وہ اس بات سے اتنا متاثر نہیں ہوتے کہ کلمہ کہنے سے روک دیا گیا ہے، وہ کچھ ہمدردی کی کوشش تو کرتے ہیں مگر سمجھ نہیں سکتے اس بات پر کس طرح انسان کو اتنی بڑی تکلیف پہنچ سکتی ہے مگر یہ جو قصّہ ہے کہ جمہوریت کے بغیر بھی حق سے محروم کیا گیا یہ اُن کے لیے ایک بہت ہی بڑا اہم قصّہ ہے وہ حیران رہ جاتے ہیں کہ یہ بھی ہوسکتا ہے دنیا میں۔چنانچہ ان سب پہلوؤں سے ساری دنیا کے سامنے جماعت احمدیہ نے ان حالات کو پیش کیا ہے مگر بہر حال وہ سلسلہ اپنی جگہ جاری ہے۔

میں خلاصہ بیان کرتا ہوں اعداد وشمار میں آنے والے واقعات کا۔سکھر اور ساہیوال میں جن

مظلوموں اور بے گناہوں کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا اور وہ انتہائی تکلیف کی حالت میں اپنی زندگی گزار رہے ہیں، چار ایسے ہیں۔ مسلمان ظاہر کرنے کے جرم میں خواہ منہ سے مسلمان کہا گیا یا یہ الزام لگایا گیا کہ مسلمانوں جیسی حرکتیں کر رہا تھا۔ جن احمدیوں کو پہلے تو جسمانی طور پر زدو کوب کیا گیا، تکلیفیں دی گئیں اور پھر قیدوں میں ڈالا گیا اُن کی تعداد ۹۶ ہے۔ یعنی جو ہمارے ریکارڈ میں آئی ہیں۔ کلمہ طیبہ اور قرآنی آیات لکھنے کے جرم میں ۴۸۷ احمدیوں کو قید کیا گیا اور ابھی تک ان پر مقدمے چل رہے ہیں۔ مساجد کے دفاع کے جرم میں یعنی جب دشمن حملہ آور ہوا اور مساجد کو توڑنا چاہتا تھا اور احمدیوں نے فیصلہ کر لیا کہ جو کچھ ہوگا جان پہ کھیل جائیں گے لیکن ان ظالموں کو مسجدوں کو منہدم نہیں کرنے دیں گے۔ تو اُس جرم میں کہ تم نے اپنی مسجدوں کا دفاع کیوں کیا یا مسجدوں پر کلمہ کیوں لکھا ۲۴۳ احمدیوں کو قید کیا گیا۔ سب کو تو نہیں کر سکتے تھے اس لیے اُن میں سے کچھ کو پکڑ لیتے تھے۔ راولپنڈی میں بھی یہی ہوا ربوہ کی ایک مسجد میں بھی یہی ہوا اور بہت سی مساجد میں اس طرح کے واقعات ہوئے اور جن مسجدوں کو منہدم کیا گیا ہے، اُن کو منہدم کرنے سے پہلے تمام احمدیوں کو مردوں عورتوں بچوں کو، عورتوں کو تو خیر نکال دیا گیا تھا۔ بوڑھوں ، مردوں جوانوں اور بچوں کو کلیۃً پولیس نے اپنی تحویل میں لے کو وقتی طور پر تھانے لے گئی اور محصور کر دیا۔ جب ایک بھی احمدی وہاں مسجد کے دفاع میں اپنی جان فدا کرنے والا نہیں رہا۔ تب مسجدوں کو منہدم کیا گیا اور اسے کہا جاتا ہے کہ یہ علماء کر رہے ہیں۔ جب تک سو فیصد حکومت سازشوں میں شریک نہ ہو اس قسم کے واقعات ہو ہی نہیں سکتے۔

نماز پڑھنے کے جرم میں اور اذان دینے کے جرم میں گرفتاریاں ۱۵۲، تقسیم لٹریچر اور تبلیغ کے جرم میں ۴۰ گرفتاریاں، توہین رسالت نعوذ باللہ سوچیں ذرا، ہم نے نعوذ باللہ رسول کریم ﷺ کی توہین کی ہے۔ توہین کیا کی ہے کلمہ پڑھا ہے یہ کہا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یا سیرت کے جلسے میں تقریر کی ہے یا سیرت کے جلسے میں شامل ہوئے ہیں۔ ۲۴ احمدیوں کے خلاف یہ دفعہ لگا کر مقدمہ درج کیا گیا۔ اسلامی شعار کے استعمال کے جرم میں ۲۴، متفرق جماعتی مقدمات ۱۶۳ اس کے علاوہ ہیں اور جو کلمہ کے جرم میں لوگ پکڑے گئے ہیں کنری وغیرہ میں اس کے علاوہ بہت سی جگہوں میں، سینکڑوں کی تعداد میں پکڑے گئے اور پھر چھوڑے گئے۔ وہ تعداد تو ان گنت ہے۔ وقتی طور پر پولیس نے انہیں مار

کوٹ کے ان کو چھوڑ دیا با قاعدہ جیل نہیں بھجوایا وہ تعداد تو شمار میں آتی نہیں۔تو بلاشبہ ہزار ہا احمدی ہیں جنہوں نے اس دور میں عملاً حکومت کی ان بلا ارادہ کوششوں کے نتیجے میں تکلیفیں اُٹھائی ہیں۔

حکومت نے اس عرصہ میں جو کارنامے سرانجام دیئے''خدمت اسلام'' کے اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ ۸۰ مساجد سے حکومت کے نمائندوں نے بار بار کلمہ طیبہ مٹایا۔بعض جگہ سے پانچ پانچ دفعہ بعض جگہ سے ۱۵، ۱۵ دفعہ اور ہر دفعہ جب احمدی لکھتے تھے تو پھر کچھ احمدیوں کو پکڑ کر جیل میں ڈال دیتے تھے کہ اب باز آجائیں گے لیکن مسلسل لکھتے رہے ہیں اور اگر کوئی اور چیز نہیں ملی تو گندی نالی سے کیچڑ نکال کے اُس کے ساتھ اُنہوں نے کلمہ طیبہ مٹایا ہے۔اگر کوئی مسلمان سپاہی آمادہ نہیں ہوا تو گاؤں کے چوہڑے کو بلالیا کہ تم یہ کلمہ مٹاؤ کیونکہ کوئی مسلمان سپاہی آمادہ نہیں ہوتا۔یہ اسلام کے نافذ کرنے کے جو عظیم الشان عزائم تھے جو آپ کے سامنے پیش کیے گئے تھے یہ اُس کی جھلکیاں ہیں،اُن وعدوں کو پورا کرنے کی بعض جھلکیاں ہیں۔۶ احمدیہ مساجد شہید کر دی گئیں۔با قاعدہ حکومت کی نگرانی میں احمدیوں کو پکڑ کر لے جایا گیا پیچھے خالی جگہ چھوڑ کر اُن پر حملے کروائے گئے۔با قاعدہ وہاں پولیس کا پہرہ رہا کہ کوئی باہر سے احمدی آکر وہاں شرارت نہ کرے یعنی مسجد کو بچانے کی کوشش نہ کرے اور ۱۲ مساجد کو جلانے کی کوشش کی گئی یا ویسے ہی نقصان پہنچایا گیا لیکن خدا کے فضل سے وہ بچ گئیں۔۹ مساجد اس وقت سر بمہر ہیں کہ وہاں احمدیوں کو خود اپنی مساجد میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔۱۸۵ کتب اور رسائل ضبط کیے گئے ہیں۔۱۷ احمدیوں کی قبریں اکھیڑ کر اُن کی لاشیں ایک جگہ سے کسی اور جگہ منتقل کی گئیں ہیں۔۱۵ احباب کی تدفین میں روکیں ڈالی گئیں یہاں تک کہ اُن جگہوں میں تدفین کے بجائے انہوں نے دوسری جگہ جہاں احمدیوں کی اپنی جگہیں تھیں اُن کو دفن کیا۔۱۶ احمدی اس عرصے میں شہید ہوئے اور اُس کے علاوہ قاتلانہ حملے ۱۴ پر ہوئے۔جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بچالیا لیکن شہادت بھی تو خدا کا فضل ہے بلکہ ایک رنگ میں اعلیٰ فضل ہے۔مگر محاورۃً اس دنیا میں رہنے والوں کو چونکہ غم سے بچایا ان معنوں میں میں نے کہا ہے کہ ان کو خدا تعالیٰ نے ہم پر فضل کرتے ہوئے بچالیا۔

اس عرصے میں پاکستان کی شرافت کلیۃً وہ گونگی نہیں رہی بلکہ مختلف سیاسی لیڈروں نے، چاہے سیاسی مقاصد کی خاطر بیان دیئے ہوں یا اُن کا ضمیر اس قوت سے جاگ اُٹھا ہو کہ انہوں

نے سمجھا ہو کہ سیاسی رہنما کے طور پر میرا فرض ہے کہ قوم کو ان باتوں سے متنبہ کروں اور ان ظلموں کے خلاف آواز بلند کروں۔ چنانچہ اُن میں سرفہرست ولی خاں ہیں اور اسی طرح بلوچستان کے بزنجو صاحب بلکہ غالباً آغاز اُن کی طرف سے ہوا تھا اور بھی بہت سے سیاسی رہنما تھے جنہوں نے احمدیوں پر ہونے والے مظالم کے خلاف آواز بلند کی ہے جو اس سے پہلے کبھی سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ پھر دانشوروں نے اور پاکستان کے وکلاء وغیرہ میں سے جو انصاف کے شعبے سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں اُن میں ایک نمایاں نام فخر الدین ابراہیم صاحب کا ہے جو سپریم کورٹ کے جسٹس رہے ہیں انہوں نے بھی اور اُن کے علاوہ اور بہت سے ساتھیوں نے خود اُن کی ایما پر باقاعدہ تحریری طور پر اعلان جاری کیے اور بڑی شدت کے ساتھ ان باتوں کی مذمت کی۔ پھر بیگم رعنا لیاقت علی خان نے بڑی بہادری کے ساتھ اور بڑی جرأت کے ساتھ واشگاف الفاظ میں ان ساری حرکتوں کی مذمت کی اور اُن کی بڑی جرأت تھی ایک خاتون ہوتے ہوئے جانتے ہوئے کہ دنیا پیچھے پڑ جائے گی، بڑی ہمت کا مظاہرہ کیا ہے۔ پھر بعض ایسے سیاسی رہنما ہیں جن کا عام طور پر مذہبی رجحان نہیں پایا جاتا، جن میں مذہبی رجحان عام طور پر معروف نہیں ہے اور جس کو کہتے ہیں غیر مذہبی سیاست سے تعلق رکھنے والے ہیں لیفٹسٹ (Leftist) سیاست سے، بائیں بازو کی سیاست سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ اُن کے اندر بھی یہ تعجب ہے کہ اُن کے اندر بھی یہ احساس پیدا ہوا ہے کہ یہ حرکتیں صرف غیر انسانی نہیں بلکہ خدا کے عذاب کو بلانے والی حرکتیں ہیں اور خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے ملک کو صفحہ ہستی سے مٹا دے جہاں ایسے ظلم ہو رہے ہیں۔ ان سربراہوں میں سب سے زیادہ نمایاں اور قابل احترام نام معراج محمد خان صاحب کا ہے۔ سارا پاکستان ان کو جانتا ہے کہ یہ بائیں پہلو کی سیاست سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ ہمیشہ سے رہے ہیں اور کبھی بھی انہوں نے اس بارے میں تردد نہیں کیا۔ انہوں نے لندن میں یہ بیان دیا کہ کلمہ طیبہ کے بیج لگانے والوں کو گرفتار کرنے سے ملک ٹوٹ جائے گا اور دیار غیر میں مقیم پاکستانی ایک دن فاتحوں کی طرح لوٹیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ ان کے منہ سے یہ بات نکلوائی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل پر ان مظالم کا بہت گہرا اثر پڑا ہے اور دل اس طرف متوجہ ہوا ہے کہ ایسے مظالم کے بعد پھر خدا کے عذاب کی تقدیر ضرور آیا کرتی ہے۔ ایک ضیاء شاہد صاحب ہیں مقالہ نگار جو جنگ لاہور میں پاکستان میں جو کچھ ہو رہا ہے اُس کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے

ہیں کہ ایک بڑی وجہ اُن سب مظالم کی جو ہمیں دکھائی دے رہے ہیں اور غیر انسانی حرکتوں کی اور سفا کانہ قتلوں کی اور لوٹ مار کی یہ ہے کہ جب احمدیوں پر مظالم ہوئے تو ہم خاموش رہے اور احمدیوں پر مظالم نے انسانی بہیمانہ طاقتوں کو آزادی دے دی اور ہمارے نوجوانوں نے گویا یہ پیغام حاصل کر لیا کہ کوئی انسانی قدر نہیں ہے جو چاہو کرو۔ کیسا عظیم الشان تبصرہ اور تجزیہ ہے اور انہوں نے بڑی جرات کے ساتھ ۱۸ر جولائی ۱۹۸۷ء میں یہ تبصرہ جنگ اخبار میں شائع کیا۔ اس کی تفصیل پڑھنے کی ضرورت نہیں میں نے خلاصہ اس کا بیان کر دیا ہے۔

یہ تو ہوا احمدیوں کے ساتھ معاملہ۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ان ارادوں میں، یہ ظلم کرنے والے اور اس قسم کے بہیمانہ اقدامات کرنے والے، انسانی قدروں کو کچلنے والے سچے تھے۔ اگر وہ واقعۃً خدا کی محبت اور اسلام کی محبت میں ایسی باتیں کر رہے تھے۔ تو قطع نظر اس کے کہ وہ غلط ہے۔ یعنی اسلام اور خدا کی محبت میں ایسی باتیں نہیں کی جاتیں۔ اگر وہ سچے تھے تو کچھ نہ کچھ تو خدا کی طرف سے ایسی علامتیں اُن کے حق میں ظاہر ہوتیں کہ یا اُن کو اپنے باطل اقدامات سے رُک جانے کی توفیق مل جاتی اور ان ظلموں میں آگے بڑھنے سے خدا اُن کو روک دیتا یا جن کوششوں کو اسلام کی خدمت قرار دے رہے تھے اُن کوششوں کو خدا تعالیٰ کوئی اچھے پھل لگا دیتا اور احمدیت کے حصے سے قطع نظر باقی جگہ مسلمانوں کی خدمت کی توفیق عطا کرتا، پاکستان کی خدمت کی توفیق عطا کرتا تو ہم یہ سوچ سکتے تھے کہ شاید ان کی نیت ٹھیک تھی۔ فیصلے جاہلانہ ہوتے ہوں بعض دفعہ ایک اچھی نیت والا آدمی بھی بے عقلی کے فیصلے کر دیا کرتا ہے۔ لیکن جو کچھ رونما ہوا ہے وہ اس حسن ظنی کا کوئی امکان باقی نہیں رہنے دیتا۔ جو کچھ واقعۃً پاکستان کے پردے پر ظاہر ہو گیا اُس کے بعد اُس سے پتا چلتا ہے کہ اوّل سے آخر تک اسلام کی خدمت کا ادعا کرنے والے جھوٹے تھے، ان کا ظاہر بھی جھوٹا، تھا ان کا باطن بھی جھوٹا تھا اور خدا تعالیٰ نے نہایت ناپسندیدگی اور کراہت کی نگاہ سے ان چیزوں کو دیکھا اور ہر دعوی کو اُلٹا کر دکھایا۔ ہر ادعا کو غلط ثابت نہیں کیا بلکہ برعکس نتیجہ نکال کے دنیا کو دکھایا کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں اور میرے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

سب سے پہلے یہ ۶ر جولائی ۱۹۸۵ء کا بیان ہے اصغر خاں صاحب کا جب ابھی اسلام کو نافذ کرنے کے بلند بانگ دعوے ابھی بڑے زور سے جاری کیے جا رہے تھے اور شہرت کی وہ دھوپ

جس میں نہایا جا رہا تھا ابھی وہ دھوپ باقی تھی، ابھی اس شہرت کا سورج ڈوبا نہیں تھا پوری طرح ۔اصغر خاں صاحب نے گردو پیش نگاہ کی تو وہ کہتے ہیں کہ کسی شعبے میں نفاذ اسلام کے اثرات دکھائی نہیں دے رہے، کوئی بھی کارروائی حکومت کی ایسی نہیں جس سے ہمیں محسوس ہو کہ ہاں اسلام نافذ ہو رہا ہے۔(جسارت کراچی ۶؍جولائی ۱۹۸۵ء)

پھر اب میں متفرق تفصیل آپ کے سامنے مختصراً رکھتا ہوں یعنی چند ایک میں نے چُنے ہیں جس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ نفاذ اسلام کی کوششیں کس حد تک کامیاب ہوئیں۔ان کوششوں میں ایک یہ بھی تھی کہ مسلمانوں کو نماز پڑھائی جائے یعنی ہیں تو مسلمان وہ لیکن احمدی نماز پڑھتے ہیں مسلمان نماز نہیں پڑھتے۔ یہ کیا ظلم ہے اس لیے زبردستی پڑھائی جائے، مار مار کر پڑھائی جائے اور اس کے لیے چھٹیاں بھی دی گئیں یعنی چھٹیاں تو نہیں یہ کہنا چاہئے زائد وقت Lunch Hour کے ساتھ یعنی دوپہر کے کھانے کے ساتھ جو گھنٹہ رخصت کا ملتا ہے اُس کے ساتھ آدھا گھنٹہ بڑھا دیا گیا کہ اب کوئی عذر نہ رہے کسی کے لیے نماز پڑھنے میں۔پھر اس نظام کو ایسا نافذ کیا گیا کہ باقاعدہ ناظمین صلوٰۃ مقرر ہوئے اور جہاں کوئی مسلمان نماز پڑھنے والا ناظم صلوٰۃ نہیں ملتا تھا ان کی اصطلاح میں وہاں احمدی کو اپنے دعویٰ کے باوجود کہ یہ مسلمان نہیں ہے ناظم صلوٰۃ مقرر کیا گیا اور اُس نے جب احتجاج کیا کہ بھئی تم تو کہتے ہو کہ میں مسلمان ہی نہیں اور تم مجھے ناظم صلوٰۃ بنا رہے ہو۔تو جواب یہ ملا کہ یہاں نماز تمہارے سوا پڑھتا ہی کوئی نہیں تو اب اور کس کو بنائیں لیکن سارے ناظمین صلوٰۃ بھی نماز پڑھنے والے نہیں تھے اور انہوں نے اس کی ایک بڑی زبردست کانفرنس منعقد کی جس میں مختلف ناظمین صلوٰۃ کو بلایا گیا اور اُس ڈومیلی ضلع جہلم کے مقام پر اُس علاقے کے ناظمین صلوٰۃ کی کانفرنس تھی اور اُس میں باری باری مختلف ناظمین کو موقع ملا کہ وہ نماز کی تنفیذ کے معاملے میں اپنے خیالات کا اظہار کریں۔روزنامہ ملّت لندن ۲۶؍فروری ۱۹۸۸ء میں یہ خبر شائع ہوئی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ مرزا علی اختر ناظم صلوٰۃ نے ناظمین صلوٰۃ ڈومیلی ضلع جہلم کے اجلاس میں اپنے صدارتی خطبے میں فرمایا: مقامی سطح سے لے کر صوبائی اور وفاقی سطح تک جتنے بھی امیدوار انتخابات میں کامیاب ہوئے ہیں اُن میں سے اکثریت اُن لوگوں کی ہے جو نظام صلوٰۃ سے بے خبر ہیں اور نماز نہیں پڑھتے۔یعنی یہ مسلمان قوم کے منتخب عہدہ داران کا حال ہے اور یہ اتنی لمبی کوششوں کے بعد ۲۶؍فروری ۱۹۸۸ء کا واقعہ

ہے ابھی کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے، ساری کوششوں کا خلاصہ یہ نکلا ہے کہ جو منتخب عہدہ دار ہیں نیچے سے اوپر تک وہ نماز نہیں پڑھتے تو باقیوں کا کیا حال ہوگا۔ پھر فرماتے ہیں اس کے علاوہ زکوٰۃ کمیٹیوں کے ممبران کو تو نماز بالکل ہی معاف ہے۔ یعنی زکوٰۃ کمیٹی کے ممبر بنائے گئے ہیں۔ اہم دوسرا رکن ہے نماز کے بعد زکوٰۃ اُن کو تو کہتے بالکل معاف ہے۔ چنانچہ مطالبہ یہ ہے کہ ناظمین صلوٰۃ کو یہ اختیار دیا جائے کہ جو لوگ نماز نہیں پڑھتے انہیں سزائیں دی جائیں۔ یعنی سوٹے مار مار کے ان کو نماز پڑھائی جائے اور جو ناظمین صلوٰۃ نماز نہیں پڑھتے اُن کا کیا کریں گے بیچارے۔

بیگم رعنا لیاقت علی خان نے عورتوں کی حالت کے اوپر ایک بیان دیتے ہوئے فرمایا یہ ۱۲؍ اپریل ۱۹۸۸ء کی بات ہے ابھی تازہ واقع ہے۔ پاکستان میں خواتین کی حالت انتہائی پریشان کن ہے۔ بڑے پیمانے پر بچوں اور عورتوں کا اغواء ہو رہا ہے۔ اسلام کے قلعہ کی معاشرتی اور اخلاقی حالت کے عنوان سے زنجیر اخبار میں ایک سرخی لگی اُس کے نیچے یہ خبر شائع ہوئی اور لاہور فروری ۸۸ء نے اُس کو اخذ کیا بلا تبصرہ وہ لکھتا ہے سوسائٹی برائے فلاح و بہبود اسیران کی مرتبہ رپورٹ۔ یہ عنوان ہے ذیلی۔ نیچے خبر یہ ہے پاکستان میں اس وقت ایک لاکھ پچھتر ہزار دوسو چھبیس عورتیں جسم فروشی کے مکروہ کاروبار میں مصروف ہیں۔

پھر ایک عنوان ہے ملّت ۳؍ مارچ ۱۹۸۸ء میں ’’جنرل ضیاء کے اسلام نافذ کرنے کی کوشش کا نتیجہ‘‘۔ نتیجہ خلاصۃً پیش کیا گیا ہے۔ آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تین برس کے دوران پچانوے ارب روپے خورد برد کر لیے گئے ہیں۔ یہ پاکستان کے آڈیٹر جنرل کی رپورٹ ہے اور ابھی کچھ تھوڑا عرصہ پہلے ہی وزیر خزانہ کی طرف سے جو اعتراف تھا وہ یہ تھا کہ اتنی بڑی رشوت ستانی اور حرام خوری ہو رہی ہے کہ جو کچھ میں بیان کرتا ہوں کہ یہ واقعات ہمارے علم میں ہیں اُس سے بہت زیادہ اور بھی ہیں جو چھپے ہوئے ہیں ہم اُن کے متعلق نہیں کہہ سکتے۔ لیکن جو اعداد و شمار انہوں نے پیش کیے وہی جسے کہتے ہیں Mind mobbing انسان کو ہلا دینے والے، زلزلہ طاری کر دینے والے واقعات ہیں۔ انکم ٹیکس کی چوری کے متعلق کہتے ہیں کہ سالانہ ۷۰ ارب روپے کا انکم ٹیکس چوری ہوتا ہے۔ ۲۰ لاکھ افراد ان چند سالوں کے عرصے میں منشیات کے عادی بن چکے ہیں۔ صرف اکتوبر، نومبر ۱۹۸۷ کے ایک ماہ کے یعنی اکتوبر، نومبر کے عرصے میں یہ ایک ماہ بنتا

ہے ایک ہزار افراد قتل ہوئے ہیں۔عزت لوٹنے ، ڈاکہ زنی ، راہ زنی ، اغوا اور ڈکیتی کی وارداتوں میں کئی سو گنا اضافہ ہو گیا ہے یعنی جس وقت نفاذ اسلام کے دعوی کیے گئے تھے اُس کے بعد سے تادم تحریران سب باتوں میں کئی سو گنا کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ سب تازہ باتیں میں بتا رہا ہوں آپ کو تا کہ آپ کو اندازہ ہو کہ یہ ساری کوششوں کے بعد جو ما حاصل ہے وہ یہ ہے۔اتنی محنتیں کی گئیں ، اتنے اقدامات کئے گئے ، اتنے بلند بانگ دعوے کیے گئے ، اسلام کے نام پر اتنے مظالم کیے گئے۔ان سب کے نتیجے میں جو خدا کی طرف سے برکتیں نازل ہوئی ہیں یہ اُن کا خلاصہ ہے۔رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں ایک ممبر اسمبلی کے کمرے میں شراب کے نشے میں دھت بیس افراد ننگی لڑکیوں کے ساتھ رقص کرتے رہے۔کراچی میں ظلم کی قیامت ٹوٹ رہی تھی ، رمضان شریف میں اور اسمبلیوں کے ممبران کا یہ حال تھا۔آج تک تاریخ پاگل ہوئی ، ہوئی ہے۔وہ نیرو پر یہ فقرے چست کر رہی ہے کہ روم جل رہا تھا اور نیرو بنسیاں بجا رہا تھا۔ نیرو کا جرم بنسی بجانے کا کہاں وہ جرم اور کہاں یہ کیفیت کہ کراچی میں آگ لگ گئی ہے، مسلمان مسلمان کی جان لے رہا ہے اور اُس کو زندہ جلانے کی کوشش کر رہا ہے، اُس کے گھر لوٹ رہا ہے، اُس کی عزتیں لوٹ رہا ہے اور یہاں پاکستان اسمبلی کے ممبر اپنے ہوسٹل میں بیٹھ کر رمضان شریف میں یہ حرکتیں کر رہا ہے۔رکن قومی اسمبلی صاحبزادہ فتح علی خان کا بیان ہے یہ جو ملّت لندن ۲۱ را پریل ۱۹۸۸ میں شائع ہوا۔

مولانا نورانی صاحب اب یہ فرماتے ہیں کہ صدر ضیاء باقی جگہ تو اسلام نافذ کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے یہ تو صاف نظر آرہا ہے آپ کو۔ایک ہی جگہ ہوسکتی ہے جہاں شاید وہ اسلام نافذ کرنے میں کامیاب ہو گئے ہوں، اُن کا اپنا وجود ہے، اپنا بدن ہے۔تو فرماتے ہیں کہ صدر ضیاء الحق نے اسلام کا نام تو لیا لیکن اسلام کو اپنے جسم پر بھی نافذ نہیں کیا۔صدر ضیاء الحق کے ذریعے اسلام آباد CIA کا سب سے بڑا ہیڈ کوارٹر بن چکا ہے۔مولانا نورانی روزنامہ حیدر راولپنڈی ۲۶ رفروری ۱۹۸۸ء۔

ان کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ علماء کے اُس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جن کو حکومت نے کبھی بھی سینے سے نہیں لگایا یعنی نورانی گروپ اور ان کے منہ سے ایسی بات سننا تو کوئی ایسے تعجب کی بات نہیں دشمن کے منہ سے ایسی بات انسان سن ہی لیتا ہے۔یعنی اس میں کوئی زیادہ قابل اعتماد بات

نہیں لیکن جو سب سے زیادہ سینے سے لگایا جانے والا گروہ ہے جس کو اس حکومت نے گلے سے لگایا وہ دیو بندی علماء کا گروہ ہے جسے مفتی محمود گروپ یا مولانا فضل الرحمان گروپ بھی کہا جاتا ہے۔شروع سے ہی حکومت کے ساتھ ان کے روابط بڑے گہرے تھے۔خصوصاً احمدی مسئلہ میں اور نفاذ اسلام کی کوششوں میں اور یہی وہ علماء تھے جنہوں نے یہاں تک اعلان کیا تھا کہ ضیاء الحق صاحب نے ایسے عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں کہ اب ہمیشہ ہمیش کے لیے یہ امیر المومنین کے طور پر جانے جائیں گے اور ساری قوم ہمیشہ ان کی مرہون منت رہے گی اور تاریخ میں ان کا نام روشن رہے گا۔مولانا فضل الرحمان صاحب یہ اعلان فرماتے ہیں کہ موجودہ حکومت جو کہ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کا دعوی کر رہی ہے۔اُس نے نہ صرف اسلام کو زبردست نقصان پہنچایا ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اُس نے اسلام کو شہید کر دیا ہے تو غلط نہ ہوگا۔احمدیوں کو قتل کرنے والے جب ہاتھ کُھل گئے تو اسلام کو شہید کرنے سے بھی باز نہیں آئے۔

اب سوال یہ ہے یہ جو سب دوسرے باتیں کہہ رہے ہیں،صدر ضیاء الحق صاحب ان باتوں کو تسلیم بھی کرتے ہیں کہ نہیں ، ہوسکتا ہے یہ ساری باتیں لوگ کہہ رہے ہوں اور ابھی بھی یہی سمجھتے ہوں بیچارے کہ نہیں میں اسلام کی خدمت کر رہا ہوں اور بڑی کامیابی سے کر رہا ہوں۔تو اُن کے الفاظ میں سنیئے جو جماعت احمدیہ کو کل تک کینسر کہہ رہے تھے،سرطان کہہ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اس سرطان کو جڑوں سے اُکھیڑ پھینکنا اور ہمیشہ کے لیے ملیا میٹ کر دینا ہمارا فرض منصبی بن چکا ہے۔وہ ۱۲۸گست ۱۹۸۷ کو کراچی میں بیان دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔شہر میں ایسی فضاء ہے جس کا کوئی بھی تصور نہیں کر سکتا۔کیا ہم اس افسوسناک سانحہ کے بعد اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کے قابل ہیں۔ہمارے معاشرے میں خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں۔جب تک ہم اس سرطان کو جڑ سے اُکھاڑ نہیں پھینکیں گے صورتحال بہتر نہیں ہوگی۔یعنی سارا پاکستان کا معاشرہ سرطان بن گیا ہے اور سارے معاشرے کو اُکھاڑ کر پھینک دیں گے اور بنا کس طرح ہے وہ اُن کوششوں کے نتیجے میں جس کو مسلسل یہ گزشتہ چند سال سے کر رہے تھے،جن کی پیروی یہ چند سال سے کر رہے تھے۔اب سنیئے آگے فرماتے ہیں۔آخری نتیجہ ان کی اسلام کے نام پر قوم کو اکٹھا کرنا جس نتیجے تک جاکے پہنچا ہے وہ ان کے الفاظ میں یہ ہے کہ ہمارا سب سے بڑا دشمن تعصب ہے۔ملک کے مشرق اور مغرب میں مسلمان، مسلمان کا

خون کر رہا ہے(جنگ ۸ر فروری ۱۹۸۸ء)۔پھر آخر پر ایک اقرار ہے جو سننے سے تعلق رکھتا ہے۔جماعت احمدیہ کے متعلق آپ کو یاد ہوگا کہ انہوں نے اعلان کیا اور حکومت پاکستان نے باقاعدہ رسالے جاری کیے جن میں یہ دعویٰ کیا گیا تھا کھلے لفظوں میں کہ احمدی نہ مسلمان ہیں نہ پاکستانی۔یہ پاکستان کے بھی دشمن ہیں اور اسلام کے بھی دشمن۔اب صدر ضیاء الحق صاحب ۸ فروری ۱۹۸۸ کو اس مضمون پر کیا کہتے ہیں۔فرماتے ہیں افسوس ہے کہ چودہ سو سال بعد ہم مسلمان ہیں نہ پاکستانی اور نہ انسان رہے ہیں۔یہ تو بڑا ظلم ہے چودہ سو سال سے کیوں بات شروع کرتے ہیں ۱۹۸۴ سے بات شروع کرنی چاہیے تھی۔جب انہوں نے کوششیں کی تھیں یہ اُن کا نتیجہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی کوششوں کا نتیجہ نہیں ہے۔بڑے ظلم کی بات ہے کہ اس مضمون کو وہاں سے شروع کیا جارہا ہے۔یہ کہنا چاہیے کہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے تو انسان کو انسان بنایا اور پھر انسان کو مسلمان بنایا ہے اور مسلمان کو خدا نما مسلمان بنا دیا اور قوم اور وطن کا وفادار بنا دیا،انسانیت کی قدروں کا وفادار بنا دیا،مذہبی قدروں کا وفادار بنا دیا اس میں کوئی شک نہیں یہ بات درست ہے۔جو تحریک حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے شروع فرمائی تھی۔اُس کے متعلق جائزہ لینا ہو تو تاریخی پس منظر میں جائزہ لیں کہ اُس تحریک کا کیا نتیجہ ظاہر ہوا،کیسی کیسی برکتیں ظاہر ہوئیں۔ان کو اپنے زمانے کی بات کرنی چاہیے کہ ۱۹۸۴ء میں میں نے قوم کے سامنے اس عزم کا اظہار کیا تھا،یہ وعدے کیے تھے،یہ بلند بانگ دعاوی کیے تھے کہ میں ساری قوم کو دوبارہ مسلمان بناؤں گا اور اسلامی معاشرے کو نافذ کروں گا اور پاکستان کی قدروں کو دوبارہ زندہ کروں گا پاکستان کی وفاداری کے جذبات کو دوبارہ زندہ کروں گا۔ایک عظیم پاکستانی قوم میری کوششوں کے نتیجے میں منصۂ شہود پر اُبھرے گی۔یہ دعوے کیے تھے۔مگر میں اب یہ اقرار کرتا ہوں ان ساری کوششوں کے بعد آج مجھے یہ تسلیم کرنا پڑ رہا ہے کہ ان گزشتہ چار پانچ سال کی کوششوں کے بعد آج ہم مسلمان ہیں نہ پاکستانی ہیں،نہ انسان رہے ہیں۔

جب انہوں نے پاکستانی قوم کی چھاتی پر قدم رکھا تھا اور ہر ڈکٹیٹر قوم کی چھاتی پر قدم رکھ کر عروج کو حاصل کیا کرتا ہے۔اُس وقت تو یقیناً وہ لوگ مسلمان تھے چند سال پہلے جو لوگ پاکستان گئے ہیں وہ گواہی دیتے ہیں کہ ملک کا حال اور تھا اُس وقت۔اُس وقت انسانی قدریں ابھی زندہ تھیں اور یہ سفا کانہ حالت نظر نہیں آتی تھی جو اس وقت قوم کی حالت ہے۔اس لیے انہوں نے جس قوم کو پکڑا وہ

مسلمان قوم تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے باوجود اکثریت کی مخالفت کے یہ اعلان کیا تھا کہ میں بتا دیتا ہوں احمدیوں کو کہ اس قوم سے مایوس نہ ہوں۔ اس میں بہت شرافت ہے، ان کی اکثریت شرافت رکھتی ہے۔ آپ نے جو جائزہ لیا وہ یہ تھا کہ میرے نزدیک ہر ۱۰۰ پاکستانی مسلمان میں سے ۹۹ شریف النفس ہیں اور ایک کی وجہ سے پاکستان بدنام ہو رہا ہے۔ اس لیے ساری قوم کو مردود نہ کہو۔ اس قوم کو اس قوم کے ڈکٹیٹر نے جو ڈکٹیٹر بن کر قوم کی چھاتی پر کھڑا ہو گیا اُس نے پکڑا اور دعوی یہ کیا کہ میں اس کو بہتر مسلمان بناؤں گا، بہتر انسان بناؤں گا، بہتر پاکستانی بناؤں گا اور یہ کیا اور اُس کا اقرار یہ ہے کہ افسوس ہے کہ اس عرصے میں ہم مسلمان ہیں نہ پاکستانی ہیں نہ انسان رہے ہیں۔

یہ اقرار پڑھتے ہوئے مجھے غالب کا وہ شعر یاد آ گیا جسے پڑھ کے میں نے سوچا کہ کتنے اچھے اچھے انسان تھے جو خاک میں دفن ہو گئے اور خاک نے اُن کو خاک بنا دیا، بڑے بڑے حسین چہرے تھے، بڑے بڑے اعلیٰ دماغ تھے، بڑے بڑے وجیہ انسان تھے، پُر شوکت انسان تھے، بڑے بڑے عظیم الشان راہنما تھے کہاں چلے گئے۔ تو اس کا درد محسوس کر کے اُس نے ایک بات کہی ہے۔ اگر یہ درد کے لائق بات ہے تو اس سے بہت زیادہ درد کے لائق یہ بات ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی قوم کو ہاتھ میں لے کر اس کو یہ کچھ بنا دیا جائے کہ اقرار کیا جا رہا ہے کہ ہم نے بنا دیا ہے۔ اُس پر مجھے وہ شعر یاد آیا یہ شعر ہی ہے جو ان کے حالات پر صادق آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ:

ے مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم!

تو نے وہ گنج ہائے گراں مایا کیا کئے (دیوان غالب صفحہ: ۲۳۵)

کس قوم کو اپنے ہاتھ میں پکڑا ہے اور کیا بنا کر رکھ دیا ہے۔ اس مضمون کے بقیہ حصّے کو میں انشاء اللہ اگلے خطبے میں جاری رکھوں گا اور اس کے نتیجے میں ایک بہت اہم اعلان ہے جو میں آخر پہ کرنا چاہتا ہوں کیونکہ وقت زیادہ ہو چکا ہے اس لیے انشاء اللہ اس خطبے کا بقیہ حصّہ اگلے جمعہ میں پیش کیا جائے گا۔